بسم الله الرحمن الرحيم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

حُسن خلق

عبدالطیف خان گنڈہ پور

حُسنِ خلق دین کی بنیادی اساس ہے۔

اسی کے ذریعے انسان کو اعلیٰ درجات حاصل ہوتے ہیں۔

آیاتِ قرآنی:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔(القلم۔۴)

اور بیشک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۔(آل عمران۔۱۵۹)

(اے پیغمبر ﷺ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردو پیش سے چھٹ جاتے۔

احادیث رسول:

عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، أَخْبِرِينِي بِخُلُقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ،(مسند احمد)

حضرت سعد بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ ؓ کے پاس گیااور عرض کی کہ اے ام المؤمنین آنحضرت ﷺ کےاخلاق کے بارہ میں کچھ بتائیں ۔انہوں نے فرمایا : كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔
(سنن کبٰری للبیہقی کتاب)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺنے فرمایا :مجھے تو اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

عن ابي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اكمل المؤمنين إيمانا احسنهم خلقا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :
”سب سے زیادہ کامل ایمان والا مومن وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو۔(سنن ترمذی)

عن ابي الدرداء ان النبي صلى الله عليه وسلم قال : ما شيء اثقل في ميزان المؤمن يوم القيامة من خلق حسن وإن الله ليبغض الفاحش البذيء ۔(ترمذی)

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” :قیامت کے دن مومن کے میزان میں اخلاق حسنہ سے بھاری کوئی چیز نہیں ہو گی اور اللہ تعالیٰ بےحیاء، بدزبان سے نفرت کرتا ہے۔

حسنِ خلق کی تعریف:

خلق کا ایک وسیع مطلب ہے جس میں انسان کے سب ظاہری و باطنی اعمال آجاتے ہیں۔ اور ایک اس کا محدود مطلب جس میں انسان کا "لوگوں کے ساتھ پیش آنا" اور "مخلوق کے ساتھ برتاؤ کرنا" آتا ہے۔حضرت عائشہؓ کی روایت میں یہ دونوں مفہوم بیک وقت مراد نظر آتے ہیں۔ جس کے قرائن روایت کے الفاظ ہی سے واضح ہیں۔ گو اس کا وسیع تر مفہوم کا تاثر یہاں اغلب ہے۔

قرطبیؒ کہتے ہیں۔ لغت میں خُلق کی حقیقت یہ ہے کہ انسان خود پر کوئی خاص طرزِ عمل یا اسلوب یا رویہ جاری کرلے۔ یوں کہ وہ طرزِ عمل اور وہ رویہ بالاخر اُس کا اسی طرح حصہ بن جائے جیسے کہ اُس کی پیدائشی ساخت۔

مولانا مودودی حضرت عائشہؓ کے قول کان خلقہ قرآن کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دُنیا کے سامنے محض قرآن کی تعلیم ہی پیش نہیں کی تھی بلکہ خود اس کا مجسم نمونہ بن کر دکھا دیا تھا۔ جس چیز کا قرآن میں حکم دیا گیا آپؐ نے خود سب سے بڑھ کر اُس پر عمل کیا۔ جس چیز سے اس میں روکا گیا آپ نے خود سب سے زیادہ اس سے اجتناب فرمایا۔ جن احلاقی صفات کو اس میں فضیلت قرار دیا گیا سب سے بڑھ کر آپؐ کی ذات اُن سے متصف تھی۔ اور جن صفات کو اُس میں

عربی ایک بے انتہا خوبصورت زبان ہے۔ ‘‘خَلق’’ اور ‘‘خُلق’’ انسان کے وجود کی دو جہتیں ہیں۔ اول الذکر ‘‘تخلیق’’ اور ‘‘پیدائش’’ کے لئے مستعمل ہے۔ اور ثانی الذکر ‘‘سیرت’’ اور ‘‘کردارو عمل’’ کیلئے۔ (لسان العرب) مفردات القرآن)

پس جس پہلو سے انسان دُنیا میں بنا بنایا آتا ہے (مثلاً کوئی گورا ہے کوئی کالا، خوبصورت ہے یا بد صورت) اور اس میں کوئی تبدیلی لے آنے کی اُس کے اپنے پاس کوئی گنجائش نہیں ہوتی خَلق کہلاتا ہے۔اور جس پہلو سے انسان اپنے آپ کو بناتا ہے اور بناتے رہنے کی اُس کے پاس

مکارم اخلاق میں حوصلہ، وسیع الظرفی، خندہ پیشانی، برداشت، سنجیدگی، متانت، خوش اسلوبی، ٹھہراؤ، حسن، سنت نبوی کےعملی پہلوؤں میں سب سے نمایاں اخلاقی پہلو ہی ہے۔بنا بریں رحمت و شفقت، لوگوں کی خیر خواہی، اُن کو دعوت و تبلیغ اور اُن کی ایذاؤں پر برداشت ایسے اخلاق نبوی ہی وہ سرچشمہ ہیں جس سے اہل اسلام کے خصائل

رسول اکرمؐ کو اللہ تعالیٰ نے دونوں جہانوں کے لئے رحمت بناکر مبعوث فرمایا ہے۔ چنانچہ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو علم، ہدایت اور عقلی و نقلی دلائل و براہین دے کر بھیجا ہے۔ وہیں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو لوگوں سے احسان، رحمت و شفقت، بلا عوض و صلہ اور (دعوت میں) اُن کی ایذاؤں پر صبر و برداشت دے کر مبعوث کیا ہے۔ اللہ نے آپ کو علم بھی دیا ہے اور کرم اور رحم بھی۔ چنانچہ آپ علم و محبت کے پیکر، ہادی، کریم، محسن، حلیم و بردبار اور خندہ پیشان تھے۔

بنا بریں آپ علم بھی سکھاتے، ہدایت بھی پھیلاتے اور دلوں کی اصلاح کرکے اُن کو دنیا اور آخرت کی بھلائی کے راستہ پر گامزن بھی کرتے۔ پھر اس سب محنت کے باوجود کوئی معاوضہ یا صلہ نہ لیتے۔ یہ تمام انبیاء کرام علیھم السلام کی خوبی ہے۔ یہی آپؐ کے

۔حسنِ اخلاق کی چند علامات۔ چند واضح ترین علامات درج ذیل ہیں:

۔خندہ پیشانی اور مسکراہٹ:۔ خندہ پیشانی اور مسکراہٹ سے استقبال اچھے اخلاق کی علامت ہے۔ ابن مبارک حسنِ اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کشادہ چہرے سے ملنا، لوگوں کو فائدہ پہنچانا اور ایذا رسانی سے باز رہنا حسنِ اخلاق ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے ۔مومن کے ساتھ خندہ پیشانی اور مسکراہٹ سے ملنا صدقہ ہے۔حدیث ہے۔ أَفشوا السلام بينكم۔(مسلم)آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔ سلام دراصل سلامتی کا پیغام ہے۔

۔تواضع و انکساری۔ جس قدر کوئی علمِ صحیح میں بڑھتا ہے اُتنا ہی اُس کے تواضع میں اضافہ ہوتا ہے۔ جبکہ تکبر جہالت کی نشانی ہے۔ اللہ کے لئے تواضع اختیار کرنے والے کو اللہ تعالیٰ خود ہی بلندی عطا فرماتا ہے۔ لوگوں سے ملاقات میں تواضع اختیار کرنے کا حکم

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُـوْرٍ۔ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ۔(لقمان۔۱۸تا ۱۹)

اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر نہ زمین میں اکڑ کر چل ، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی چال میں اعتدال اختیار کر۔ اور اپنی آواز ذرا پست رکھ ، سب آوازوں سے زیادہ بُری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔

۔آپؐ کا فرمان ہے۔‘‘ سلام کی ابتدا کرنے والا تکبر سے بَری ہے۔(شعب الایمان، بیہقی، مشکواۃ)

حیا:

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ قبیح کاموں کا ارتکاب کرتے ہوئے طبیعت میں انقباض پیدا ہو۔ (یعنی طبیعت پر ایسے کام بوجھ محسوس ہوں اور اس وجہ سے اُنہیں ترک کر دیا جائے۔

یہ ایک اچھی خصلت ہے۔ اور سراپا خیر اور بھلائی ہے بلکہ ایمان کی شاخوں میں سے ایک عظیم شاخ۔ لہٰذا سچا اور متقی مسلمان وہ ہے جو مہذب، نرم خو اور حسّاس ہو۔ با حیا مسلمان سے کوئی ایسا قبیح فعل صادر نہیں ہوتا۔ جس سے کسی کو تکلیف ہو اور نہ ہی وہ کسی کی حق تلفی کرتا ہے۔

نرمی:

یعنی لوگوں سے نرم رویہ برتنا اور اندازِ گفتگو میں نرم لہجہ اختیار کرنا آیت قرآنی
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ۔(آلعمران۔۱۵۹)

(اے پیغمبر ﷺ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔

عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (إن الرفق لا يكون في شيء إلا زانه ولا ينزع من شيء إلا شانه)
نرمی ہر چیز کو مزین اور سختی ہر چیز کو قبیح کر دیتی ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔(الاعراف۔۱۹۹)
اے نبی ﷺ ، نرمی و درگزر کا طریقہ اختیار کرو ، معروف کی تلقین

لَاتَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تَرَاحَمُوا» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، كُلُّنَا رَحِمٌ، قَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ بِرَحْمَةِ أَحَدِكُمْ
خَاصَّتَهَ، وَلَكِنْ رَحْمَةُ الْعَامَّةِ»(الطبرانی۔ عن ابی موسیٰ الاشعری)

تم اُس وقت تک مومن ہر گز نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے پر مہربان نہ ہو جاؤ۔ صحابہؓ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! ہم سب ہی رحم دِل ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: اس سے مراد اپنے ساتھیوں پر رحم دلی اور مہربانی نہیں بلکہ عام لوگوں کے ساتھ مہربانی اور رحم دلی کا برتاؤ کرنا ہے ۔

۔من لا یرحم لا یرحم: جو رحم نہیں کرتا اُس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔

صبر:-

صبر کے لغوی معنی روکنے اور باندھنے کے ہیں۔ اور اس سے مراد ارادے کی وہ مضبوطی، عزم کی وہ پختگی اور خواہشاتِ نفس کا وہ انضباط ہے۔ جس سے ایک شخص نفسانی ترغیبات اور بیرونی مشکلات کے مقابلے میں اپنے قلب و ضمیر کے پسند کئے ہوئے راستے پر لگا تار بڑھتا چلا جائے۔

ارشاد ربانی ہے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔(البقرہ۔۴۵)

صبر اور نماز سے مدد لو۔

یعنی اگر تمھیں نیکی کے راستے پر چلتے میں دشواری محسوس ہوتی ہو تو اس دشواری کا علاج صبر اور نماز ہے۔ ان دو چیزوں سے تمھیں وہ طاقت ملے گی جس سے یہ راہ آسان ہو جائے گی۔

ارشادِ الٰہی کا مدعا یہ ہے کہ اس اخلاقی صفت کو اپنے اندر پرورش

-اہلِ فضل اور بڑھے بوڑھوں کا ادب و احترام:

حسن خلق کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اہل فضل کا احترام اور توقیر کی جائے۔ کیونکہ اللہ کے شعائر کی تعظیم کرنا دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے۔
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہؐ نے ہمیں حکم دیا کہ لوگوں سے اُن کے مقام و مرتبے کے مطابق پیش آئیں۔(مسلم نے اسے اپنے مقدمے میں روایت کیا)
ابوداؤد کی حدیث ہے۔« إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِی الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِی فِيهِ وَالْجَافِی عَنْهُ وَإِكْرَامَ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ ».
بے شک یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حصہ ہے کہ سفید ریش مسلمان کا احترام کیا جائے۔ حاملِ قرآن جو نہ تو غلو کرتا ہے اور نہ ہی قرآن کے تقاضوں سے عاری سخت دِل ہے۔ اُسکی بھی عزت و توقیر کی جائے۔ اور انصاف پسند بادشاہ کا بھی اکرام کیا جائے۔
ایک دوسری حدیث ہے۔ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا اولم یعرف شرف کبیرنا۔
جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی توقیر نہیں کرتا یا بڑوں کے شرف و مقام سے آگاہ نہیں۔ وہ ہم میں سے نہیں۔

جب کوئی نوجوان کسی عمر رسیدہ شخص کی عمر کا لحاظ رکھتے ہوئے اُسکا اکرام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اُس کے عمر رسیدہ ہونے پر ایسے لوگ مہیا کر

لغو اور بے فائدہ چیزوں کو ترک کرنا:

قرآنی آیات:
وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔(مومنون۔۳)
لغویات سے دور رہتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔(الفرقان۔۷۲)
(اور رحمن کے بندے وہ ہیں) جو جھُوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں ۔

" لغو " ہر اس بات اور کام کو کہتے ہیں جو فضول، لایعنی اور لا حاصل ہو۔ جن باتوں یا کاموں کا کوئی فائدہ نہ ہو، جن سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہو، جن کی کوئی حقیقی ضرورت نہ ہو، جن سے کوئی اچھا مقصد حاصل نہ ہو، وہ سب " لغویات " ہیں۔

بُرے گمان سے اجتناب کرنا۔

فرمانِ الٰہی ہے۔یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۔(الحجرات۔۱۲)

اے لوگو ! جو ایمان لائے ہو ، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسُّس نہ کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے ۔کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو ، تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو ، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

ارشاد رسول ہے۔إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ۔

بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔

ایک مسلمان کا یہ اخلاق نہیں کہ وہ دوسروں کے متعلق بدگمانی کرے۔ اُن کے بھید کھولے۔ یا اُن کی عزت خراب کرنے کی کوشش کرے بلکہ اگر اُس کے سامنے کسی مسلمان بھائی کا عیب ظاہر ہو جائے تو اس کے لئے عذر تلاش کرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ

زبان کی حفاظت:

لَا يَسْتَقِيمُ إِيمَانُ عَبْدٍ حَتَّى يَسْتَقِيمَ قَلْبُهُ، وَلَا يَسْتَقِيمُ قَلْبُهُ حَتَّى يَسْتَقِيمَ لِسَانُهُ۔(عن انس۔رواہ احمد)
کسی بندے کا ایمان اُس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک اُس کا دل درست نہ ہو۔ اور دِل اُس وقت تک مستقیم نہیں ہو سکتا جب تک کہ زبان سیدھی نہ ہو۔

۔زبان کی حفاظت دخولِ جنت کا سبب ہے۔ رسولؐ نے فرمایا۔
مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ.(بخاری عن سھل بن سعدؓ)
جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

۔هَلْ يُكِبُّ النَّاسَ عَلَى وُجُوهِهِمْ فِي النَّارِ ، إِلاَّ حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ۔(ابن ماجہ)
لوگوں کو اُن کے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینکنے والی اُن کی زبانوں کی کمائی ہی تو ہے۔

۔ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔(بخاری)
مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ زبان کی آفات بہت زیادہ ہیں۔ ان میں شدید تر چند یہ ہیں: (۱)غیبت(۲) بہتان (۳) عورتوں کا تذکرہ (۴) فحش باتیں اور حکایتیں (۵) غیر ضروری بحث و مباحثہ اور جھگڑا۔ (۶) بدزبانی، گالی گلوچ، کفر کے فتوے۔ (۷) استہزا۔

کردار کے اخلاق:

صادق ہونا: صدق صرف سچے اور مطابق حقیقت قول کو نہیں کہتے بلکہ اس کا اطلاق صرف اُس قول پر ہوتا ہے جو بجائے خود بھی سچا ہو اور جس کا قائل بھی سچے دل سے اُس حقیقت کو مانتا ہو۔ جسے وہ زبان سے کہہ رہا ہے۔ مثلاً ایک شخص اگر کہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں تو یہ بات بجائے خود عین حقیقت کے مطابق ہے کیونکہ آپؐ واقعی اللہ کے رسولؐ ہیں لیکن وہ شخص اپنے اس قول میں صادق صرف اُس وقت کہا جائے گا جبکہ اُس کا اپنا عقیدہ بھی یہی ہو کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ لہٰذا صدق کے لئے ضروری ہے کہ قول کی مطابقت حقیقت کے ساتھ بھی ہو اور قائل کے ضمیر کے ساتھ بھی۔

اسی طرح صدق کے مفہوم میں وفا، خلوص اور عملی راستبازی بھی شامل ہے صدیق سے مراد وہ شخص ہے جو نہایت راستباز ہو، جس کے اندر صداقت پسندی اور حق پرستی کمال درجہ پر ہو، جو اپنےمعاملات اور برتاؤ میں ہمیشہ سیدھا اور صاف طریقہ اختیار کرے۔ جب ساتھ دے تو حق اور انصاف ہی کا ساتھ دے۔ اور سچے دل سے دے۔ اور جس چیز کو حق کے خلاف جانے اُس کے مقابلے میں ڈٹ کرکھڑا ہو جائے اور ذرا کمزوری نہ دکھائے۔ جس کی

حسد سے گریز

حسد کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو اللہ نے جو نعمت یا فضیلت یا خوبی عطا کی ہو اُس پر کوئی دوسرا شخص جلے اور یہ چاہے کہ وہ اُس سے سلب ہو کر حاسد کو مل جائے۔ یا کم از کم یہ کہ اُس سے ضرور چھن جائے۔ البتہ حسد کی تعریف میں یہ بات نہیں آتی۔ کہ کوئی شخص یہ چاہے کہ جو فضل دوسروں کو ملا ہے وہ مجھے بھی مل جائے۔ اسے رشک کہتے ہیں۔

حسد وہ گناہ ہے جس کے ذریعے زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی پہلی نافرمانی کی گئی۔ آسمان میں ابلیس حضرت آدم علیھم السلام سے حسد کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے حکم کی

۔رسول اللہؐ بغض و حسد کو قوموں کی بیماریوں میں سے ایک خطرناک بیماری شمار کرتے ہیں۔ جو دین پر بہت زیادہ اثر انداز ہو جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

دب إليكم داء الأمم قبلكم الحسد والبغضاء هي الحالقة لا أقول تحلق الشعر ولكن تحلق الدين۔(ترمذی)

تمھاری طرف قوموں کی بیماری سرایت کر جائے گی یعنی بغض و حسد۔ اور یاد رکھو کہ بغض مونڈنے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتا ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتا ہے(یعنی اس کو ختم کرکے رکھ دیتا ہے)

۔بندے کے دل میں ایمان اور حسد ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

لا یجمع فی جوف عبد الایمان والحسد۔(نسائی۔ ابن حبان)

اور حدیث رسول ہے۔ لا يزالُ النّاس بخير؛ ما لم يتحاسدوا۔

لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک کہ وہ آپس میں حسد نہ کریں۔

اپنے حقوق پر دوسروں کو ترجیح دینا:

دوسرے لوگوں کے حقوق یا سوسائٹی یا ادارہ کے حقوق افراد کے حقوق سے مقدم ہیں۔ ظاہر ہے ایک انسان کا تعلق کسی نہ کسی طور معاشرے کے دوسرے افراد سے ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے اُس پر کئی فرائض دوسروں کی جانب سے بھی عائد ہوتے ہیں۔ یہ تو معاشرتی تعلقات کا ایک پہلو ہوا۔

دوسرا اور اہم پہلو یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ مومن کے اندر ایثار و قربانی کا جذبہ پرورش کرے۔ وہ ہر معاملے میں ذاتی مفاد پر دوسروں کے مفاد کو ترجیح دے۔ چاہے وقتی طور پر اُسے نقصان ہی اُٹھانا پڑے۔ کیونکہ ایک بڑے مقصد کے لئے قربانی و ایثار بندے سے اسلام کا بنیادی تقاضا ہے۔

حضرت ابو موسیٰؓ اشعری سے روایت ہے کہ نبی ؐ نے فرمایا:

الْمُؤْمنُ لِلْمُؤْمِن كَالْبُنْيَانِ يَشدُّ بعْضُهُ بَعْضاً۔(متفق علیہ)

مومن دوسرے مومنوں کے لئے عمارت کی (اینٹوں کی) طرح ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کو سہارا دیتی ہیں۔

۔حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ؛ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى ۔(متفق علیہ)

مومنوں کی مثال باہمی محبت اور رحمت و شفقت میں ایسی ہے جیسے وہ ایک جسم کے اعضا ہوں۔ جسم کے ایک عضو میں جب شکایت ہوتی ہے تو سارا جسم اس کے لئے بے خوابی اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔

اسلام اپنے تمام احکام اور تعلیمات میں قرآن و سنت کے ذریعے مسلمان کے دل میں اجتماعیت کے احساس کا بیج بوتا ہے۔

جزا الله خيراً
©rose